جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو نصائح

اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے اخلاق کو بلند سے بلند تر کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ ؍ جولائی ۱۹۹۲ء بمقام ٹلفورڈ اسلام آباد یو۔ کے)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

الحمد للہ ہر قسم کا شکر اُسی کو واجب ہے جس نے ہمیں آج ایک دفعہ پھر یہ توفیق عطا فرمائی کہ محض اُسی کے نام، اُسی کے جلال اور اُسی کے جمال کی خاطر ہم یعنی احمدی دنیا بھر سے آج یہاں اس عالمی مرکز اسلام آباد میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ جو ہجرت کے دنوں میں جماعت احمدیہ کی خدمت کے لئے ہمیں عطا ہوا اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت کو یہاں بہت سے ایسے کام کرنے کی توفیق ملی جس سے تمام دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ ہو رہا ہے۔ وہ ملک ہے جہاں دور دور سے بکثرت لوگ آتے ہیں۔ ایک ہی دن میں ہوائی جہازوں کے ذریعے تمام دنیا سے اس کثرت سے لوگ یہاں پہنچتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مرکز کے سالانہ جلسے کے برابر یہاں زائرین ایک ہی دن میں ویسے ہی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں لیکن ان سب کے مقصد جدا جدا ہیں۔ دنیا طلبی کی مختلف شکلیں ہیں جن کی وجہ سے ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جو اُن کی ذات سے وابستہ ہیں وہ اس ملک میں بھی جو مغرب میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور دوسرے مغربی ممالک میں بھی بکثرت آتے جاتے ہیں لیکن آج انگلستان کی خوش نصیبی ہے کہ آج یہاں آنے والے محض اللہ کی خاطر، اُس کے نام کی سربلندی کی خاطر، محض خدا تعالیٰ کی محبت میں مگن اور فنا ہوتے ہوئے، بہت سے اموال خرچ کر کے، بہت سی

تکلیفیں اٹھا کر رضائے باری تعالیٰ کے حصول کے لئے یہاں آئے ہیں اور اس پہلو سے جلسہ سالانہ یو کے جماعت احمدیہ کو ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے جس کی دوسری کوئی مثال مغرب میں منعقد ہونے والے نہ جلسوں کو ہے اور نہ جلسوں میں ملتی ہے، نہ میلوں ٹھیلوں میں ملتی ہے۔

جس کی غرض سے ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں کہ محض اللہ کی رضا کی خاطر مل بیٹھیں، خدا کی اور خدا کے رسول ﷺ کی باتیں سنیں۔ اپنے دلوں کے گندوں کو جو طبعاً جلتے رہتے ہیں۔ اس موقع پر دھوئیں اور صاف کریں اور خدا تعالیٰ کے پیار کے نئے جذبے لے کر اور خدا تعالیٰ کی محبت کے نئے جلوے دیکھ کر واپس اپنے اپنے وطن کو لوٹیں۔ اس اجتماع کے کچھ تقاضے ہیں جن کی طرف میں مختصراً آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

جہاں کثرت سے لوگ اکٹھے ہوں وہاں کئی قسم کے احتمالات بھی ہوتے ہیں اور کئی قسم کی ذمہ داریاں ہیں جو عام حالات سے کچھ مختلف ہوتی ہیں۔ توقعات کے معیار بھی بلند ہو جاتے ہیں اور عام حالات میں ایک انسان کو ایک معمولی لغزش کرتے ہوئے انسان دیکھے تو اُسے نظر انداز بھی کر دیتا ہے لیکن جب خالصۃً دینی اجتماعات میں اکٹھے ہونے والوں سے کسی سے کوئی لغزش دیکھتا ہے تو بعض دفعہ کمزور کو ٹھوکر لگ جاتی ہے اس لئے عام حالات میں جن اخلاق اور جن عادات کا آپ طبعاً مظاہرہ کرتے ہیں یہاں اس موقع پر اُن آداب اور اُن اخلاق کا معیار کوشش کر کے زیادہ بلند کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کو غیروں کی نگاہیں بھی دیکھ رہی ہیں اپنوں کی نگاہیں بھی دیکھ رہی ہیں۔ غیروں میں بھی مختلف مزاج کے لوگ ہیں اور اپنوں میں بھی مختلف مزاج کے لوگ ہیں۔ تکلف منع ہے لیکن اگر خدا کی خاطر تکلف کیا جائے تو تکلف بھی اچھا لگتا ہے۔ پس کوشش کر کے اگر نیکی اختیار کی جائے تو اس تکلف میں کوئی بُرائی نہیں۔ ہاں دکھاوے کی خاطر دنیا سے داد تحسین لینے کی خاطر اگر کوئی نیکی اختیار کی جائے تو وہ نیکی بدی سے بھی بدتر ہو جاتی ہے کیونکہ نیکی کے نام پر خدا کو راضی کرنے کی بجائے بنی نوع انسان کو راضی کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پس یہ عام بدیوں سے بڑھ کر شرک کی حد میں داخل ہو جاتی ہے۔

پس میں جب یہ کہتا ہوں کہ تکلف سے بھی نیکی کریں اور اپنے اعمال کی پہلے سے بڑھ کر نگرانی کریں، اپنے روزمرہ کے اخلاق کا معیار پہلے سے بلند تر کریں تو دکھاوے کی خاطر نہیں بلکہ خدا

کی رضا کی خاطر آپ سے یہ توقع رکھتا ہوں۔ دنیا میں انسان اپنے روزمرہ کے دستور العمل میں آزاد ہوتا ہے اور مختلف لوگ مختلف تقاضوں کے پیش نظر اپنے اعمال کی درستگی کرتے ہیں۔ اصل درستگی اعمال کی وہی ہے جو خدا کی خاطر ہو اور خدا کو نگاہ میں رکھ کر کی جائے۔ وہ اعمال جو دنیا کے تقاضوں کی خاطر درست کئے جاتے ہیں وہ اُسی حد تک درست رہتے ہیں جس حد تک دنیا اُن کو دیکھ رہی ہوتی ہے اور اُن کی حدو ہیں ختم ہو جاتی ہے، تنہائی کے اعمال بدل جاتے ہیں۔ جب وہ دنیا اُن کو نہیں دیکھتی اُس وقت اور کردار کا انسان ظاہر ہوتا ہے یہ وہ تضاد ہے جس کو دور کرنا ضروری ہے۔ پس جب آپ تکلفاً محض للہ اپنے اعمال کو درست کریں گے، اپنے اخلاق کا معیار بلند کریں گے تو یاد رکھیں کہ یہ عارضی نصیحت نہیں ہے بلکہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو نیکی آپ نے وہاں کمائی ہوگی اُسے جاری کر دیں، ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔

یہ وہ فرق ہے جو دنیا دار کی نیکی اور ایک دیندار کی نیکی میں ہوا کرتا ہے۔ دنیا دار کی نیکیاں دنیا کی خاطر ہوتی ہیں۔ معیار بدل جائیں، تقاضے بدل جائیں تو نیکیاں بھی بدل جاتی ہیں مگر وہ نیکیاں جو خدا کی خاطر اختیار کی جاتی ہیں کیونکہ وہ ذات لافانی ہے اور اُس میں کوئی تبدیلی نہیں اس لئے وہ نیکیاں بھی مستحکم ہو جاتی ہیں اور قرار پکڑ جاتی ہیں۔ یہ وہ خصوصیت کے ساتھ میرا آج آپ کو پیغام ہے کہ ان حالات کے علاوہ بھی اس رجحان کو اپنے اندر نشوونما دیں کہ جو تبدیلیاں آپ کی ذات میں ہوں وہ خدا کی خاطر ہوں اور بندے کی خاطر نہیں اور تکلف بھی کریں تو خدا کی خاطر کریں۔ مثلاً اس موقع پر ذرا تکلف سے اپنے اخلاق کو درست کریں گے محض اس لئے نہیں کہ لوگ آپ کو دیکھ کر آپ کو بہتر سمجھیں گے بلکہ اس لئے کہ وہ خدا کی جماعت کا تصور لے کر یہاں آئے ہیں آپ کی بدیاں دیکھ کر اُن کو ٹھوکر نہ لگے وہ یہ نہ سمجھیں کہ خدا والے ایسے ہوتے ہیں۔ پس اگر چہ یہ تکلف ہے لیکن اس تکلف میں بھی ایک نیکی ہے اور اُسی نیکی کو ہمیشہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے ورنہ انسان میں ریاکاری پیدا ہو جاتی ہے۔ اول تو اپنے اخلاق کو عام حالات سے زیادہ درست کریں اور کسی کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بنیں، سخت کلامی بھی ہو تو نرم گفتاری سے پیش آئیں، کوئی بُرا بھلا بھی کہہ دے تو برداشت کریں، کسی سے تکلیف پہنچے تو حوصلے کا ثبوت دیں اور حلم کے ساتھ اُس تکلیف کو برداشت کریں اور ہر ایک سے اچھی بات کہیں اور سلام کو رواج دیں۔ سلام کو رواج دینا مسلمان کو ہمیشہ اُس کی حیثیت کی

یاد دہانی کراتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلام کا رواج بہت ہے لیکن سلام کا رواج تو دنیا کی ہر قوم میں ملتا ہے۔ مختلف قسم کے سلام ہیں اور مختلف قسم کے آداب ہیں لیکن اسلام نے ہمیں سلام کا جو پیغام ہمیں سکھایا ہے اُس کے ساتھ امن کی ضمانت شامل ہو جاتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں صرف خدا کی طرف سے سلامتی پہنچے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے تم امن میں ہو اور اس حیثیت سے میں خدا سے بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں امن عطا کرے اور اُس کی رحمت بھی تم پر ہو۔ پس مومن سے دوسرا مومن ہی نہیں بلکہ ہر مذہب والا امن میں رہتا ہے اور مومن کا سلام ہر ایک کو امن کی ضمانت دیتا ہے۔ اس ضمانت کے بہت سے تقاضے ہیں۔ آپ کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ نہ آپ کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے عمل سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کی نگاہ سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کی لمس سے کسی کو تکلیف پہنچے بلکہ اس کے برعکس سلام کا اگلا مضمون یہ ہے کہ اُس کے دکھوں کو آپ امن میں تبدیل کرنے والے ہوں۔ پس یہ دونوں پہلو ہیں جو ہر احمدی کے ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئیں۔

سلام کا ایک پہلو یہ ہے کہ مجھ سے تمہیں ضرر نہیں پہنچے گا یعنی سلام کہنے والا یہ یقین دلاتا ہے کہ میری طرف سے تم امن میں ہو۔ میری طرف سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ دوسرا اسلام کا پہلو یہ ہے کہ تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کروں گا، تمہاری بے قراری کو قرار میں بدلوں گا، جو کچھ مجھ سے ممکن ہے میں تمہیں روحانی اور قلبی اور ذہنی سکون پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ پس یہ دوسرا پہلو ایسا ہے کہ جس میں آپ کو اپنے چاروں طرف دیکھتے رہنا چاہئے، ہوشیار رہنا چاہئے کسی بچے کو تکلیف میں دیکھیں تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں، کسی راہ ڈھونڈتے ہوئے کو پریشان دیکھیں تو آگے بڑھ کر السلام علیکم کہہ کر اپنی خدمات پیش کریں اور پوچھیں کہ اُسے کیا تکلیف ہے اُسے کسی چیز کی ضرورت ہے۔ غرضیکہ محض منفی پہلو اختیار نہ کریں بلکہ مثبت پہلو بھی آگے بڑھ کر اختیار کریں۔ بعض دفعہ بعض غیروں کو جو ہمارے جلسوں میں یا کسی اور موقع پر تشریف لاتے ہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ جس طرح ہمارا اعزاز ہونا چاہئے تھا ویسا اعزاز ہمیں نہیں دیا گیا بعض دفعہ یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہم کسی شخص کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور اُس نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو اور کس چیز کی ضرورت ہے، کچھ لوگ گپوں میں مصروف تھے ہم پاس سے گزرے اُن کو کوئی

پرواہ نہیں ہوئی کہ کون آیا ہے اور کون گیا؟ اور ایسی شکایات بعض دفعہ مختلف ممالک سے بعض غیر مسلم یا غیر احمدی مسلمان لکھ کر بھی مجھے بھیجتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کس نظر سے جماعت کو دیکھا جا رہا ہے اور کیسی کیسی اس سے توقعات کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک پہلو سے جماعت کو ایک عظیم خراج تحسین بھی ہے یعنی جن برائیوں کی اطلاع دی جاتی ہے اُن برائیوں میں بھی ایک خراج تحسین پوشیدہ ہے۔ کوئی شخص دنیا میں کسی دنیا کے مذہبی سربراہ کو یہ طعنہ دیتے ہوئے دکھائی نہیں دے گا کہ تمہارے سے تعلق رکھنے والے فلاں شخص نے اخلاق کے اعلیٰ تقاضے پورے نہیں کئے۔ یہ واقعہ جماعت احمدیہ کے سوا آج دنیا میں کہیں رونما نہیں ہوتا۔ اور جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے بلاشبہ دنیا کے کونے کونے سے ہر شخص جماعت سے یہ توقعات ہی نہیں رکھتا بلکہ ہر شکایت اگر توفیق ہو اور پتا ہو مجھ تک کیسے پہنچایا جا سکتا ہے تو مجھ تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا، کافر گردانا، نہ دنیا کی ہر بدی اُن کی طرف منسوب کی مگر جب کسی احمدی سے مالی لین دین میں شکوہ پیدا ہوا تو بڑے لمبے خطوط مجھے لکھے اور کہا کہ آپ کی جماعت اور اس کی یہ حالت، آپ کی جماعت کے فلاں شخص نے لین دین کے معاملے میں اعلیٰ اخلاقی تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ اُس نے بحیثیت مسلمان جو اُس پر ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں اُن کو ادا نہیں کیا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ کبھی کسی نے دنیا کے کسی مولوی کو چٹھی لکھی ہو کہ تمہاری طرف منسوب ہونے والے جو اسلام کے بلند ترین مقام پر فائز بتائے جاتے ہیں، جو تمام دوسری دنیا کو کافر گردانتے ہیں اُن میں سے فلاں کے اخلاق میں یہ گری ہوئی بات ہم نے دیکھی ہے۔ چنانچہ یہ عجیب بات ہے کہ ہر سال بلاشبہ مجھے چند چٹھیاں ایسی ضرور ملتی ہیں۔ بعض دفعہ بڑے بڑے صاحبِ اثر لوگوں کی طرف سے ہوتی ہیں، بعض دفعہ ایک عام غریب انسان کی طرف سے مگر مضمون بظاہر یہی ہے کہ جماعت احمدیہ کے فلاں شخص سے ہم نے لین دین کیا اور ہم توقع نہیں رکھتے کہ وہ ہمیں کسی پہلو سے بھی نقصان پہنچائے گا لیکن جو نقصان کا موجب بنا ہے اب آپ کی ذمہ داری ہے اس نقصان کو ادا کریں یا اُس کو پکڑیں اور اُس کی سرزنش کریں اور ہمارا نقصان اُس کو کہہ کر پورا کروائیں۔ میں اُن کو لکھتا ہوں کہ جزاک اللہ آپ نے جماعت سے بلند توقعات تو وابستہ رکھی ہیں جہاں تک میری کوشش ہے کہ میں اخلاقی دباؤ ڈال سکتا ہوں لیکن میں دنیا کی عدالت تو نہیں ہوں اور آپ نے جو غلطیاں کی ہیں اُن کی

ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی لیکن جماعت کے کسی فرد نے اگر واقعۃً آپ کو نقصان پہنچایا ہے تو میں شرمندہ ضرور ہوں اور جہاں تک میرا بس چلے گا میں اس کی اصلاح کی کوشش کروں گا۔

تو توقعات کا معیار اتنا بلند ہے کہ جو لوگ آپ کو دنیا کی ذلیل ترین چیز قرار دیتے ہیں وہ آپ سے اعلیٰ ترین اخلاق کی توقع رکھتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے کے مسلمانوں کا معیار آپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس ان بری ابتلاؤں میں بھی ایک عجیب خراج تحسین ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں مگر سال میں ایک بار بھی ایسی خبر پہنچے تو اُس سے تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہم میں سے ایک دانہ بھی گندا ہو اور پھر وہ گندا دانہ جو غیر کی نظر میں آکر جماعت کے لئے طعن کا موجب بن جائے وہ دوہری تکلیف دیتا ہے۔

پس اس جلسے کے موقع پر بھی اس طرح اپنے انداز بنائیں، اس طرح لوگوں سے میل جول رکھیں اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کریں کہ جو واقعۃً اُن کے دل کی گہرائی کی توقعات ہیں اُن سے بڑھ کر اُن پر پورا اتریں۔ بعض چھوٹی چھوٹی مختلف نصیحتیں بھی ہیں جو اس موقع پر کرنی ضروری ہیں۔ جن لوگوں میں ہم یہاں آباد ہیں یعنی Surray کا ماحول ہے یہاں اس ماحول میں بعض لوگوں کی اپنی عادتیں ہیں جو دیرینہ قومی عادتیں ہیں۔ مثلاً صفائی کا ایک معیار ہے وہ اگرچہ بدقسمتی سے اب پہلے جیسا نہیں رہا جیسا کہ انگلستان میں بیس پچیس سال پہلے ہوا کرتا تھا لیکن اب بھی تیسری دنیا کے ممالک کے مقابل پر یہ معیار بہت بلند ہیں خصوصیت سے Surray County میں کیونکہ نسبتاً زیادہ متمول لوگ رہتے ہیں اس لئے یہاں صفائی کا معیار انگلستان کے بعد دوسرے حصوں کی نسبت بہتر ہے۔ کئی لوگ تماشہ بینی کے لئے یہاں آئیں گے، کئی جماعت میں دلچسپی رکھتے ہوئے یہاں آئیں گے اور چونکہ اُنہیں اخلاقی جانچ کا سطحی نہیں ہے یعنی گہرے اخلاق کی پڑتال نہیں کر سکتے ان کی نظر سطحی ہے بیرونی نظر سے اخلاق کو جانچتے ہیں اس لئے وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ جن غریب ملکوں سے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں اُن کی اقتصادی حالت ایسی ہے کہ طبعی طور پر صفائی کا معیار وہاں گر جایا کرتا ہے۔ یہ کبھی نہیں سوچیں گے کہ لندن سے مشرق کے کنارے میں جہاں غربت زیادہ ہے وہاں گلیاں اُسی طرح سگریٹ کے ٹکڑوں اور کاغذوں اور گندی چیزوں اور کوکا کولا کے خالی ڈبوں سے بھری پڑی ہیں اور ہر طرف گندگی پھیلی ہوئی ہے حالانکہ انگلستان ہی ہے اور یہ نہیں سوچیں گے کہ دراصل اس کی

وجہ غربت ہے۔ غربت کے نتیجے میں بعض بدیاں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے جب آپ کو دیکھیں گے تو جماعت احمدیہ کے عالمی نمائندہ کی حیثیت سے دیکھیں گے۔ اگر آپ میں وہ بدعادتیں جو غیر ارادی طور پر آپ میں جگہ پا گئی ہیں اُن کو پیچھے اپنے ملک میں نہ چھوڑا اور یہاں ساتھ لے چلے آئے، یہاں رہتے ہوئے بھی آپ نے ویسی ہی بے پروائی کا ثبوت دیا تو اس سے جماعت کے نام کو نقصان پہنچے گا۔ پس یہ بھی وہ خاص چیز ہے جسے آپ کو کوشش کے ساتھ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے جو ہمیں تعلیم دی تھی وہ انسانی زندگی کے دلچسپی کے ہر پہلو میں بلند ترین تھی، سب سے اعلیٰ تھی اور صفائی کے بھی ایسے باریک راز آپ نے ہمیں سمجھائے کہ آج تک دنیا کی ترقی یافتہ قومیں بھی اُس معیار تک نہیں پہنچیں۔ یہاں زیادہ سے زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ تم کوئی گندی یا فضول چیز سڑکوں پر، پبلک جگہوں میں نہ پھینکو، جو ڈبے اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اُن میں ڈالو۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم آج سے چودہ سو سال پہلے اس سے بہت آگے نکل چکی تھی۔ آپؐ نے فرمایا رستوں کے حقوق ہیں، رستوں کے حقوق ادا کرو (بخاری کتاب الاستیذان حدیث نمبر: ۲۲۸۵) اور ایمان میں یہ بات داخل ہے کہ اگر رستہ پہ کوئی بھی ایسی چیز جس سے نظر کو یا کسی اور چیز کو یا انسان کو کسی رنگ میں تکلیف پہنچتی ہو آزار کی چیز خواہ وہ کسی پہلو سے تعلق رکھتی ہو اُس کو اٹھاؤ اور اُس کو رستوں سے دور کر دو۔ مومن کی صفائی کا معیار محض یہ نہیں ہے کہ وہ گندگی نہ پھیلائے بلکہ مومن کی صفائی کا معیار یہ ہے کہ وہ گندگی جو دوسروں نے پھیلائی ہے وہ اُس کو دور کرے۔ پس اگرچہ یہاں ہماری طرف سے، انتظامیہ کی طرف سے بعض ایسے خدام متعین ہیں کہ جو رستے میں پڑی خراب چیزوں کو اٹھائیں گے اور مناسب جگہوں تک اُنہیں پہنچائیں گے، اُن کی صفائی کا انتظام کریں گے لیکن میں ہر احمدی سے یہ توقع رکھتا ہوں اس لئے کہ وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا غلام ہے، اس لئے کہ وہ آج آنحضور ﷺ کا سفیر بن کر یہاں آیا ہے، اس لئے ہر ایک اس بات کا خیال رکھے کہ ایذاء کی چیزوں سے رستوں کو اور پبلک جگہوں کو صاف و پاک کرے۔ جہاں کوئی خراب چیز گری پڑی دیکھے۔ اُس کو اٹھا کر مناسب جگہ تک پہنچائے تا کہ جو عام صفائی کے معاملات ہیں ہمارے لئے عبادت بن جائیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس عادت کو ایمان کا آخری شعبہ قرار دیا ہے۔

فرمایا ایمان کے ستر درجے ہیں اِن میں سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان رستے میں گری

پڑی چیزوں کو اٹھائے اور چلنے پھرنے والے لوگوں کو اور اپنے دوسرے بھائیوں کو ان چیزوں کی تکلیف سے بچائے۔ اس کو اگر آپ پوری طرح سمجھ لیں کہ یہ کیا بات فرمائی گئی ہے تو آپ کی عقل دنگ رہ جائے گی کہ جس تعلیم کا ادنیٰ شعبہ یہ ہے اُس کے اعلیٰ شعبے کیا ہوں گے۔ ادنیٰ شعبہ یہ نہیں کہ آپ نے کوئی تکلیف دہ چیز باہر نہیں پھینکی۔ ادنیٰ شعبہ یہ ہے کہ لوگوں کی پھینکی ہوئی چیزیں اٹھانی ہیں اور تکلیف کی چیزوں سے رستوں کو بچانا ہے۔

اس ضمن میں اور بھی بہت سی تعلیمات ہیں مثلاً یہ کہ رستے کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ رستوں پر کھڑے ہو کر گپیں نہ لگایا کرو۔ مسافروں کا حق ہے کہ رستوں سے گزریں اگر تم ٹولیاں بنا کر وہاں کھڑے ہو جاؤ اور گپ شپ میں مصروف ہو جاؤ تو چلنے والوں کو تکلیف پہنچے گی اس لئے وہ تمام راستے جو اس غرض سے بنائے جاتے ہیں کہ وہاں لوگ چلیں اور اپنے اپنے مقاصد تک پہنچیں اُن رستوں کو کھلا رکھنا اور صاف رکھنا یہ ہماری ان توقعات میں شامل ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت سے یہ فرما کر کئے ہیں کہ ادنیٰ توقعات ہیں باقی سب توقعات ان سے اونچی اور بالا ہیں۔ پس ہمیں ادنیٰ توقعات پر بھی پورا اترنا ہے اور بالا توقعات پر بھی پورا اترنا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے کھانے کے بھی آداب سکھائے ہیں اور ایسے عظیم آداب ہیں کہ جہاں تک میں نے تفصیلی نظر ڈال کر دنیا کی مہذب قوموں کو دیکھا ہے آج تک اُن قوموں میں بھی وہ اخلاق اُس شان سے رائج نہیں ہو سکے۔ اس کی تفصیل میں یہاں جانے کا تو وقت نہیں لیکن چند ایک باتیں جو جلسے کے موقع سے تعلق رکھتی ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کھانے کے وقت ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کرنا یا دھکے دے کر پہلے پہنچنے کی کوشش کرنا اس کا اسلام میں کوئی مقام نہیں ہے۔ اسلام کے تصور میں ایسی حرکت کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے بلکہ ایثار کی تعلیم ہے۔ جب بھی کہیں کھانے کی چیز کو دیکھتے ہو تو سب سے پہلے تمہیں اپنے بھائی کا خیال آنا چاہئے خواہ بھوک سے تمہاری کیسی ہی بری حالت کیوں نہ ہو۔ اپنے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دو اُسے کہو کہ پہلے آپ تشریف لائیں اس سے پہلے آپ فائدہ اٹھائیں پھر میں بھی ایسا کروں گا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس تعلیم کو اپنے عمل کے ذریعے ایسے بلند اور ارفع مقام تک پہنچایا کہ انسان اُس مقام کی طرف دیکھے تو پگڑی گرتی ہے، سر سے ٹوپی گرتی ہے۔

وہ واقعہ جو آپ نے بارہا سنا ہوا ہے اس ضمن میں ایک عجیب مثال ہے۔ایک موقع پر حضرت ابو ہریرہؓ بھوک کی شدت سے نڈھال ہو گئے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ دستور تھا کہ مسجد کا در نہیں چھوڑتے تھے، آنحضرت ﷺ سے ایسی محبت تھی کہ مسجد کا دامن پکڑ کر بیٹھ رہے کہ کسی وقت آنحضورؐ اپنے گھر مسجد کی طرف نکلیں کوئی بات فرمائیں تو اُس سے وہ استفادہ کر سکیں اور اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ دیر میں اسلام قبول کیا تھا اس لئے اس کی گزشتہ کوتاہیوں کا ازالہ اس رنگ میں کیا کہ اصحاب الصفہ میں شامل ہوئے اور ہمیشہ کے لئے مسجد کے ہو کر رہ گئے۔بعض دفعہ فاقوں سے حالت یہاں تک پہنچ جاتی تھی کہ بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔لوگ سمجھتے تھے کہ مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے اور عربوں میں رواج تھا کہ بعض دفعہ مرگی والے کو ہوش میں لانے کی خاطر پرانی گلی سڑی جوتیاں سنگھایا کرتے تھے، محض للہ بے ہوش ہو کر مسجد کے صحن میں پڑا ہوتا تھا اُسے بعض لوگ جوتیاں سنگھایا کرتے تھے۔ایک موقع پر حضرت ابو ہریرہؓ کو تکلیف زیادہ برداشت نہ ہوئی تو انہوں نے قرآن کریم کی ایک آیت کو اپنی طلب کا ذریعہ بنالیا۔بعض آنے جانے والوں سے اُنہوں نے پوچھنا شروع کیا کہ ذرا بتاؤ تو سہی اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ وہ آیت یہ تھی وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۱۰) کہ وہ لوگ ایسے ہیں یعنی مومن اپنی ضروریات پر غیروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں غیروں کی ضروریات پر اپنی ضرورتوں کو ترجیح نہیں دیتے بھوک ہو تو تب بھی وہ دوسروں کو کھانا کھلانے کے زیادہ فکر مند ہوتے ہیں، یہ وہ مضمون ہے جس کا اس آیت کریمہ سے تعلق ہے۔تو ایک صحابیؓ آئے اور وہ تفسیر کر کے آگے گزر گئے، پھر ایک صحابیؓ آئے وہ تفسیر کر کے آگے گزر گئے پھر ایک اور صحابیؓ آئے وہ تفسیر کر کے آگے گزر گئے۔حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اپنے حجرے میں یہ باتیں سن رہے تھے۔ بالآخر دیکھا کہ کسی کو اس آیت کی تفسیر سمجھ نہیں آئی اور تفسیر پوچھنے والے کا مدعا معلوم نہیں ہوا۔ باہر تشریف لائے اور کہا کہ ابو ہریرہؓ بھوکے ہو؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ میرے پاس کچھ دودھ آیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہیں سے بھجوایا ہے تمہاری طرح اور بھی بھوکے ہوں گے جاؤ اور تلاش کرو کہ کوئی اور بھوکا ہے تو اُس کو بھی ساتھ لے آؤ۔ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو میرا دل دہل گیا۔ایک پیالا دودھ کا ہو گا لیکن مجھے اتنی بھوک لگی ہے کہ یہ دودھ کا پیالا تو مجھے بھی پورا نہیں آسکے گا اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جاؤ

اور آواز دو کہ کوئی بھوکا ہے تو آ جائے۔ چنانچہ آپ نے آواز دی اور ایک بھوکا مل گیا اور پھر اور آواز دی، پھر اور مل گیا پھر اور آواز دی، پھر اور مل گیا یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سات آٹھ اور بھوکے بھی ابو ہریرہؓ کے ساتھ شامل ہو گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ کے پاس ایک دودھ کا پیالا تھا آپؐ تشریف فرما ہوئے اور ابو ہریرہؓ کو اپنی بائیں طرف بٹھالیا۔ بائیں طرف بٹھانے میں ایک گہری حکمت تھی کیونکہ اسلامی رواج کے مطابق جب مہمانوں کو کھانا پیش کیا جاتا ہے تو دائیں طرف سے شروع کیا جاتا ہے، دائیں طرف دوسرے تھے اور ابو ہریرہؓ کی باری سب سے آخر پر آنی تھی۔ چنانچہ آنحضورﷺ نے اپنی دائیں طرف بیٹھے ہوئے غریب مہمان کو فرمایا کہ دودھ پیو جب اُس نے پیا اور اُس کا پیٹ بھر گیا تو آپؐ نے فرمایا کچھ اور پیو۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب میں سنتا تھا کچھ اور پیو تو میری جان نکل جاتی تھی، پھر دوسرے مہمان کی باری آئی، پھر اُس کے ساتھ بھی یہی ہوا، پھر تیسرے مہمان کی باری آئی پھر اُس کے ساتھ بھی یہی ہوا، پھر چوتھے مہمان کی باری آئی پھر اُس کے ساتھ بھی یہی ہوا، یہاں تک وہ پیالا حضرت ابو ہریرہؓ تک پہنچا۔ آپ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اُس میں دودھ موجود تھا میں نے پیا اور اتنا پیا کہ میں سیر ہو گیا۔ تب آنحضورﷺ نے فرمایا ابو ہریرہؓ کچھ اور پیو۔ پھر میں نے کچھ اور پیا۔ پھر فرمایا ابو ہریرہؓ کچھ اور پیو، پھر میں نے کچھ اور پیا۔ کہتے ہیں یہاں تک کہ خدا کی قسم یوں لگتا تھا کہ میرے ناخنوں تک سے دودھ بہہ پڑے گا۔ تب میں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ بس۔ اس وقت حضور اکرمؐ نے وہ پیالا خود پکڑا اور بقیہ دودھ خود نوش فرمایا۔ (بخاری کتاب الرقاق حدیث نمبر: ۵۹۷۱)

یہ واقعہ بہت ہی عظیم واقعہ ہے۔ اس آیت کی ایسی تفسیر ہے جس پر کسی عالم کی کبھی نظر نہیں پہنچی۔ ایثار سکھا رہے تھے، اُس آیت کی حقیقت بیان فرما رہے تھے، وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ بھوک کی شدت سے تم کیسے ہی بے تاب کیوں نہ ہو دوسروں کو ترجیح دو۔ تو ابو ہریرہؓ جو دوسروں سے پوچھتے تھے کہ اپنی بھوک مٹانے کے لئے آپؐ نے اُن کو برتر مقام پر فائز کر دیا، وہ اپنی بھوک کو قربان کرتے ہوئے دوسروں کو کھانا کھلانے والے بن گئے۔ یہ انہی کا فیض تھا جو حضور اکرمؐ سے اُن کو پہنچا کہ ان سب کے اوپر بھوکوں کے لئے اس آیت کریمہ کی ایک مجسم تفسیر بن گئے اور سب سے زیادہ بھوک میں مبتلا ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰﷺ تھے، وہ دودھ جو آپؐ کو آیا تھا وہ آسمان کی طرف سے آپؐ کو بھیجا گیا تھا۔ آپؐ کی بھوک مٹانے کے لئے

آیا تھا۔ پس سب سے آخر پر آپؐ نے یہ جو دودھ نوش فرمایا تو بتایا کہ تم سب میں سب سے زیادہ اس آیت کے مضمون کو اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے والا میں ہوں اور میں ہی وہ ہوں جو قرآن کو اپنی رگ رگ میں جاری کر چکا ہے۔

پس ہم سے جو توقعات ہیں وہ تو اتنی بلند ہیں کہ کہاں یہ بات کہ کیوں یہ کھڑے ہیں، دھکا نہ دو۔ کہاں یہ عظیم تعلیم جس کی کوئی مثال دنیا کے مذاہب میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتی۔ اس تعلیم کو ہمیں اپنانا ہے اور اسی تعلیم کو ہم نے دوسروں میں **پیش کرنا ہے اس لئے کھانے کے موقع پر یا کسی اور موقع پر اپنی غرض کو غیروں کی غرض پر ترجیح نہ دیں، ہمیشہ کوشش کریں کہ آپ اپنے بھائی کا خیال رکھیں**۔ یہ تعلیم تھی جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اس تفصیل کے ساتھ اور اس گہرائی کے ساتھ اپنے غلاموں کے رگ و پے میں پیوستہ کر دی تھی کہ اُن کے خون میں دوڑنے لگی، بڑے سے بڑے ابتلاؤں کے وقت بھی وہ اس تعلیم کو نہیں بھولے۔ حضور اکرم ﷺ کی غالباً زندگی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک غزوے میں کچھ صحابہؓ زخمی ہوئے اور پیاس کی شدت سے کیونکہ گرمیوں کے دن تھے، زخموں کے علاوہ بہت بڑے ابتلاء میں پڑے ہوئے تھے کہ ایک گھونٹ پانی کو ترس رہے تھے ایسے موقع پر ایک مشکیزہ لئے ہوئے خدمت کرنے والا وہاں پہنچا اُس نے کسی سے کہا منہ کھولو میں تمہیں کچھ پانی پلا دوں۔ اُس کی نظر اپنے قریب سسکتے ہوئے ایک اور بھائی پر پڑی اُس نے اس حالت میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ تم میرے بھائی کو پانی پلاؤ پھر میری طرف آنا اور یہ عجیب واقعہ ہے جو تاریخ اسلام نے درج کیا ہے۔ جب وہ اُس کے پاس پہنچا تو اُس کی نظر اپنے ایک اور بھائی پر پڑی تو اُس نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ کتنی دفعہ یہ ہوا ہم نہیں کہہ سکتے مگر وہ ساقی بیان کرتا ہے کہ جب میں اُس آخری شخص پر پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا۔ جب میں واپس لوٹا ہوں تو بعض اُن میں سے ایسے بھی تھے جنہوں نے پانی پیا لیکن وہ شخص جس نے پہلے بھیجا تھا وہ میرے پہنچنے سے پہلے دم توڑ چکا تھا تو حاجت کی ایسی شدت کے وقت بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم اور آپؐ کے اسوہ کو نہیں بھلایا۔ پس ان چھوٹی چھوٹی آزمائشوں میں اگر آپ پورے نہ اترے کیسے دنیا کے مربی بنیں گے، کیسے دنیا کے معلم بنیں گے۔ آپ نے تو ساری دنیا کو اسلام کی اعلیٰ تعلیم سکھانی ہے۔ پس ایسے مواقع جب اجتماع ہوتے ہیں جب اکٹھے کھانے کھائے جاتے ہیں تو اُن میں اسلامی اخلاق اپنی پوری شان کے ساتھ

جلوہ گر ہونے چاہئیں۔لوگوں کی نگاہیں محبت اور تحسین سے پڑیں تو یہ ہیں محمد مصطفی ﷺ کے غلام کہ کھانے کے آداب کوئی سیکھے تو اُن سے سیکھے، راستہ چلنے کے آداب کوئی سیکھے تو اُن سے سیکھے، راستوں کے حقوق کے آداب کوئی سیکھے تو اُن سے سیکھے۔غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام ہی میں اُن کو اپنی پناہ نظر آئے ،اسلام ہی میں اُن کی ساری بے قراریوں کا علاج ہو،اس کا نام اسلام ہے،اسی کا نام سلامتی ہے جو ہر مسلمان سے وابستہ ہو چکی ہے۔پس آپ کھانے کے دوران ایسی حرکتیں نہ کریں جن سے جب مجھے اطلاع پہنچے تو میں شرم سے پسینہ پسینہ ہو جاؤں۔

بعض لوگوں نے مجھے جلسے سے پہلے خطوط لکھے اور اس جلسے سے پہلے مجھے متنبہ کیا کہ آئندہ یہ باتیں نہ ہوں۔ایک صاحب جو شاید تشریف نہیں لائے وہ لکھتے ہیں پچھلی دفعہ میں نے دیکھا کہ کھانا جب تقسیم ہو رہا تھا تو لینے والوں نے مطالبے شروع کئے ہوئے تھے کہ دو بوٹیاں ڈالو اور چار بوٹیاں ڈالو، پانچ ڈالو اور یہ آلو ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں، یہ شوربہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے جو تقسیم کرنے والا تھا وہ بڑی مصیبت میں مبتلا تھا،کھانے کا جو توازن ہے وہ تو نہیں بگاڑا جا سکتا۔کھانے میں کچھ شوربہ اور کچھ بوٹیاں ہیں، کچھ آلو ہیں اور کچھ سبزی ہو تو ہو مگر آپس کا ایک توازن ہے اگر ایک مہمان ضد کر کے کوئی ایک چیز زیادہ مانگے گا تو ظاہر ہے کہ دوسرے مہمان کے لئے وہ چیز اور بھی کم ہو جائے گی نتیجۃً ایسا ہو جاتا ہے۔ بہت سا کھانا ضائع چلا جاتا ہے بعض لوگ اپنی حرصمیں یہ خیال کر کے ہمیں بہت بھوک لگی ہے زیادہ چیز لے لیتے ہیں پھر وہ اُن سے کھائی نہیں جاتی۔تقسیم کرنے والوں نے مجھے بتایا کہ بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے پیالوں کے اندر آلو کے ٹکڑے اور ہڈیاں ،بوٹیاں ایسی جو قابل استعمال تھی اسی طرح بچی رہ گئیں ،بعض ایسے پیالے تھے جس میں شوربے بچے رہ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت ادنیٰ ادنیٰ معمولی معمولی باتیں سہی، لیکن اعلیٰ اخلاق کے تقاضے جن سے کئے جاتے ہیں اُن کے کردار پر یہ داغ ہیں ،اُن کو زیب نہیں دیتیں بعض ظالم اور بیوقوفوں نے اسلام پر پھبتیاں کسیں جن میں سے سلمان رشدی بھی ایک تھا۔اُس کی بدبختی دیکھیں وہ کہتا ہے کہ کیسا اسلام ہے کہ ہمیں چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی سکھاتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کا پابند کرتا ہے،طہارت کیسے کرنی ہے اٹھنا کیسے ہے، وضو کیسے کرنا ہے، یہ تو پرانے زمانے کی معمولی سی چیز ہے آج کے زمانے میں اس کی ہمیں کیا ضرورت ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جو چیزیں اسلام سے کسی نے نہیں سیکھیں دنیا کی ترقی

یافتہ قوموں سے وابستہ ہونے کے باوجود بھی آج تک وہ ان چیزوں سے محروم ہیں۔ صفائی کے جو پاکیزہ تقاضے آنحضورﷺ نے پورے فرمائے اور جن کو پورا کرنے کی ہمیں باریکی سے تعلیم دی آج بھی دنیا کی بڑی بڑی قومیں اُن سے ناآشنا ہیں یا کل تک ناآشنا تھیں۔ دانتوں کی صفائی کو لیجئے، بدن کی صفائی کو لیجئے، فراغت کے بعد پانی سے اپنے آپ کو پاک صاف کرنے کا مضمون دیکھ لیجئے، ہر معاملے میں ۱۴۰۰ سال پرانا اسلام آج کے زمانے سے زیادہ آگے ہے۔

چنانچہ کھانے کے معاملے میں بھی آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ اتنا ڈالو جتنا ختم کرسکو اور تمہاری پلیٹ میں زیادہ نہ بچے۔ (ترمذی کتاب الاطعمہ حدیث نمبر: ۱۷۲۵) چنانچہ اگر اسی تعلیم کو اپنا لیا جائے تو دنیا سے بہت سے کھانے کا ضیاع ختم ہوسکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے ہاں بھی اتنا کھانا ضائع ہو رہا ہے کہ اگر وہ ضائع شدہ کھانا بھی کسی طریقے سے غریب ملکوں تک پہنچایا جائے تو بڑے ملکوں سے بھوک دور ہوسکتی ہے۔ امریکہ میں ایک دن میں جتنا کھانا ضائع ہوتا ہے وہ بعض افریقن ممالک کی سارا سال کی بھوک مٹا سکتا ہے۔ کوئی پرواہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔ کھلا رزق اُن کو عطا ہوا لیکن بالکل خیال نہیں کیا کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے یہ رزق عطا ہوا ہے۔ اس دنیا کو رزق پیدا کرنے کے لئے جو صلاحیتیں بخشی ہیں صرف ایک قوم کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہر انسان کی کم از کم ضرورتیں پوری کرنے کی خاطر ہے۔ بس جہاں بچت کی عادت نہ ہو، جہاں ضیاع کے خلاف طبیعت میں ایک ردعمل پیدا نہ ہو، جہاں مزاج ایسے نہ ہوں کہ خدا تعالیٰ کے رزق کا احترام کیا جائے اسے بے وجہ ضائع نہ کیا جائے، وہاں بڑی سے بڑی ترقی یافتہ قوم بھی ادنیٰ اخلاق کے تقاضوں سے بھی نیچے اتر آتی ہے۔ یہ عجیب نظارے آپ کو آج بھی امریکہ میں دکھائی دیں گے کہ وہاں کے لاکھوں بھوکے، افریقہ کو تو چھوڑ دیں، ہندو پاکستان کی بات نہ کیجئے امریکہ ہی کے لاکھوں بھوکے کوئی ان ڈسٹ بنوں سے جہاں ہر قسم کے گند پھینکے جاتے ہیں کھانے تلاش کر کر کے نکالتے ہیں اور اُس سے اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔ کوئی حِس نہیں ہے کہ اس کھانے کو جو کسی انسان کے کام آسکتا ہو گندگی میں پھینکنے کے بجائے ایسا نظام جاری کیا جائے کہ جس سے بھوکے استفادہ کرسکیں۔

پس حضور اکرمﷺ نے اس زمانے میں کیسی شاندار تعلیم دی کہ کوئی کھانا ضائع نہیں ہونا چاہئے اور اپنی پلیٹ میں اتنا ڈالو جتنا ختم کرسکو اور صاف پلیٹ چھوڑا کرو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ

بنگال غالباً وقف جدید کے دورے پر گئے تھے۔ حضرت مولوی ابو العطاء مرحوم صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ ایک جگہ غالباً تر وہ تھی مجھے یاد نہیں بہرحال کھانے پر مجھے پتا لگا کہ یہ جماعت بہت مہمان نواز ہے اور بہت تکلفات سے کام لیتی ہے اس لئے ذرا ہوش کے ساتھ اپنا کھانا کھائیں اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔ حضرت مولوی محمد صاحب مرحوم کو ایک لطیفہ سوجھا۔ اُنہوں نے میرے کان میں کہا کہ یہاں رواج یہ ہے کہ اگر مہمان پلیٹ خالی کر دے تو ضرور اُس کو بھرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ سنت کے پیش نظر پلیٹ ضرور خالی کریں گے اور یہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپ کی پلیٹ کو دوبارہ نہ بھر دیں اور آپ کو پھر سنت کا خیال آ جائے گا اور آپ پھر خالی کریں گے پھر یہ بھر دیں گے کہاں تک چل سکتے ہیں یہ بات خود سمجھ لیجئے لیکن مولوی ابوالعطاء کو نہ بتانا۔ اُن کی خاطر یہ کھیل کھیلی چنانچہ میں نے کہا یہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ میں نے تو اپنی پلیٹ میں مجبوراً تھوڑا سا چھوڑ دیا کیونکہ یہ ایک ایسی مشکل تھی جس کا حل میرے پاس نہیں تھا۔ مجھے تو تکلفاً پوچھا کہ کھائیں گے میں نے کہا بس جزاک اللہ۔ میرا پیچھا چھوڑ دیا گیا۔ مولوی صاحب نے پلیٹ صاف کی اور اُنہوں نے دوبارہ بھر دی۔ مولوی صاحب احتجاج کرتے رہے خدا کا خوف کرو ایک ہی پیٹ ہے میرا میں نے جتنا کھانا تھا کھا لیا۔ نہیں ہم جانتے ہیں آپ اور لیجئے۔ بڑی مصیبت سے مولوی صاحب نے پلیٹ خالی کی تو دوبارہ لے کر آ گئے چاول اور سالن۔ مجھے یاد ہے کہ مولوی صاحب نے یوں ہاتھ آگے پھیلا دیئے تھے کہ اُن کی انگلیوں کے بیچ میں سے چاول اور شوربہ گر رہے تھے۔ اس حالت پر ہمیں رحم آ گیا جب ان کو سمجھایا کہ یہ قصہ ہے، یہاں کا رواج یہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پاک تعلیم وہاں بھی رائج ہونی چاہئے ایسی مہمان نوازی تعلیم کی حدود سے تجاوز کر جائے۔ یہ مہمان نوازی نہیں ضیاع ہے اور اس کے نتیجے میں تکلیفیں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہیں ہم میں سے ایک کو محسوس ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کو پیٹ کی تکلیف ہو جائے اور اُس نے پوچھا کہ اتنا زبردستی کھلا دیا ہے اب اس کا علاج کیا ہے، علاج یہ تھا کہ فلاں کیلا کھائیں اس سے آپ کا پیٹ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے کہا میں بہت کھا چکا ہوں۔ کہتے ہیں اس کا علاج بھی اب یہی ہے۔ کیلا زیادہ کھائے گا تو اس کا علاج ہے فلاں دہی کھائے گا یہ ٹھیک ہو جائے گا تو یہ بگڑے ہوئے اخلاق ہیں، اخلاق کے نام کچھ ٹیڑھی عادتیں بن گئی ہیں۔ مسلمان کا اخلاق خواہ مشرق کا ہو خواہ مغرب

کا ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا اور اسی کا نام توحید خالص ہے، وہ خلق جو حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں عطا کیا ہے آپؐ کے معراج کا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور:۳۶) یہ خدا کا نور مجسم حضرت محمد مصطفی ﷺ ایسا نور ہے جو نہ مشرق کا ہے اور نہ مغرب کا ہے سب میں یکساں۔ وہ احمدی جس نے تمام دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینی ہے اُسے اسی نور سے وابستہ ہونا پڑے گا۔ اسی کے قدموں سے وہ تعلیم حاصل کرنی پڑے گی جو دنیا کے اخلاق کو چمکا سکتی ہے۔ یہ بالکل پرواہ نہ کریں کہ دنیا آپ کو کیا طعنے دیتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی تم ان کی ہدایت کے تابع ہو، وہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو آپ کے اخلاق کو اور آپ کی زندگیوں کو سنوار سکتی ہیں۔ تمام عالم کو ایک ہاتھ پہ اکٹھا کرسکتی ہے۔

پس کھانے کے معاملات میں بھی کوئی ایسی بیہودہ بات نہیں ہونی چاہئے جو اسلام پر طعنے کا کسی کو موقع دے۔ کھانا کھائیں اتنا ڈالیں جتنا آپ کھا سکتے ہیں۔ ایسے مطالبے نہ کریں جس کے نتیجے میں آپ کے دوسرے بھائیوں کو تکلیف ہو، ایسے مطالبے نہ کریں جس کے نتیجے میں رزق ضائع ہو۔ بعض لوگ روٹیاں اس طرح کھاتے ہیں کچھ بیچ میں سے کھالی اور کچھ کنارے سے پھینک دی۔ چن چن کے بعض ٹکڑے کھائے اور بعض ضائع کر دیئے، یہ سب وہ ضیاع ہیں جو مسلمانوں کو زیب نہیں دیتے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی اگر آج کی ترقی یافتہ قومیں پرواہ کریں تو ساری دنیا کے رزق کے مسائل حل ہو سکتے ہیں مگر پرواہ نہیں کرتے۔ پانی ہے تو پانی ضائع کیا جارہا ہے۔ اس کثرت سے پانی ضائع کرتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح مجھے عادت ہے۔ آنحضور ﷺ کی تعلیم کے نتیجے میں کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں تو جس طرح میں پانی سنبھال کر استعمال کرتا ہوں یعنی ٹوٹی بہتی چلی آرہی ہے منہ پر چھینٹے گرے جارہے ہیں۔ منہ صاف کر کے دوبارہ ہاتھ آگے بڑھایا۔ میں تو یہ کرتا ہوں کہ جہاں تک بس چلے ٹوٹی بند کر کے پھر پانی استعمال کرتا ہوں یا پھر برتن رکھ لیتا ہوں اُس میں پانی ڈال کر اُس سے لیتا ہوں۔ اگر سارا انگلستان اس قسم کی نہ کوئی بالکل میرے جیسی عادت اپنالے کہ پانی کو ضائع نہیں ہونے دینا۔ آج تو سیورج کا گندہ پانی استعمال کرنے پر مجبور ہیں وہ ساری مجبوریاں ختم ہو جائیں، اتنی بیماریوں سے بچیں اور یہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان سارے مسائل کا حل چودہ سو سال پہلے حضرت محمد مصطفی ﷺ دے چکے تھے۔

ابھی کل ہی ٹیلیویژن پر ایک پروگرام کی جھلکی میں نے دیکھی یا پرسوں کی بات ہے اُس میں یہ پانی کی بحث چل رہی تھی۔ ایک صاحب جو بڑی دیر کے بعد انگلستان تشریف لائے تھے، میرے ملک کا تم نے کیا حال کر دیا ہے، مجھے تو وحشت ہونے لگی ہے، میں افریقہ کے ملک میں اتنی مدت رہ کے واپس آیا ہوں جس کا پانی تم گندہ کہتے ہو وہ تمہارے پانی سے بہتر ہے کیونکہ لندن میں جو پانی پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ وہی ہے جو ہماری گندگیوں کا پانی دوبارہ صاف کر کے پینے والے پانی میں ملا دیا جاتا ہے۔ اُس نے اُس میئر کو کہا کہ مجھے تو وحشت ہونے لگی ہے۔ میں بوتل کے پانی کے سوا جو سکاٹ لینڈ سے آتا ہے اور پانی تو استعمال ہی نہیں کر سکتا لیکن رونا تو یہ تھا کہ تم نے میرے ملک کا کیا بنا دیا ہے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عادتیں غلط ہیں، بے پرواہی ہے رزق سے، پانی سے، خدا کی ہر نعمت سے اور پولوشن کی وجہ سے دنیا مصیبت میں مبتلا ہے لیکن کوئی ہوش نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم آپ کو تمام عذاب سے بچا سکتی ہے، تمام مصیبتوں سے نجات بخشتی ہے غور تو کر کے دیکھیں کتنی عظیم اور کتنی تفصیلی تعلیم ہے، زندگی کے ہر گوشے پر نظر رکھتی ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی اللہ کے نور سے کلام کر رہا ہو اس تفصیل سے انسان کی بہبود کی تعلیم نہیں دے سکتا۔

پس آپ نے وہ نیک نمونے یہاں لوگوں کو دکھانے ہیں خدا اور اُس کے رسولؐ کی خاطر، اپنی ریاء کی خاطر نہیں۔ آپ صیقل ہو کے دنیا کے سامنے چمکیں گے تو اسلام چمکے گا، خدا اور خدا کے رسولؐ کی شان بلند ہوگی۔ اس نقطہ نظر سے آپ اپنا خیال رکھیں اور اپنے اخلاق کی تربیت کریں اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ غلط جگہ پہ کاریں پارک نہ کی جائیں جو رستوں کے حقوق کے خلاف بات ہے۔ بعض دفعہ ہماری مسجد لندن کے ہمسایوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے اور بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ ہماری کار کے سامنے کوئی نمازی آنے والا کار اس طرح پارک کر گیا ہے کہ ہماری کار ہل نہیں سکتی۔ ہمارے گیٹ کے سامنے اس طرح کار کھڑی کر گیا ہے کہ ہم اپنی کار خود اپنے گھر میں داخل نہیں کر سکتے۔ اعلان کروانے پڑتے ہیں، کاروں کے نمبر بتانے پڑتے ہیں، پھر کوئی صاحب جاتے ہیں لیکن اُن کو ہوش کرنی چاہئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رستے کے آداب ہمیں سکھائے ہیں یہ اُن کے خلاف ہے۔ آپ کو ہمسائے کا بھی خیال رکھنا ہوگا، اپنے دوسرے مسافر

ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔ پھر نا واجب شور جو بعض دفعہ عشاء کی نماز کے بعد جب نمازی فارغ ہوتے ہیں تو باہر باتیں کرتے ہیں اُس کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے اس کی بھی پیش بندی فرمادی ہے۔ کوئی ایک باریک سا بھی حصہ اخلاق کا ایسا نہیں ہے جس کے متعلق آنحضور ﷺ کی تعلیم نہ ملتی ہو۔ آپؐ نے فرمایا نماز عشاء کے بعد اپنے گھروں کو لوٹا کرو اور ذکر الٰہی کیا کرو اور پھر مجلس سے اجتناب کیا کرو لیکن اُس کے بعد مجلسیں لگانا جو عربوں کا خصوصیت سے دستور تھا اس کو آپؐ نے سخت ناپسند فرمایا۔ نصیحت فرمائی کہ ایسی مجلسیں خدا کو پسند نہیں ہیں۔

یہ تو میں نہیں کہتا کہ گھروں میں جب بھی آپ بیٹھتے ہیں تو جو مجلس لگاتے ہیں وہ خدا کو ناپسند ہے۔ جن مجالس کا آنحضور ﷺ ذکر فرماتے تھے وہ مجالس اور رنگ کی مجالس ہوا کرتی تھیں۔ وہاں اپنے خاندان کی بُرائیاں بیان ہوتی تھیں اور فضول تکبر کی باتیں ہوتی تھیں اور شرابیں چلتی تھیں اسی قسم کی بدعات ہوتی تھیں، جوئے کھیلے جاتے تھے تو اُن سے کلیۃً پرہیز ویسے ہی ہر احمدی پر لازم ہے لیکن آپ نے نماز کے بعد اگر کوئی مجلس لگانی ہے جس میں اچھی باتیں بھی ہوسکتی ہیں، پاک باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ دیر سے آئے ہیں دیر کے بعد ملیں گے دن کو وقت نہیں ملتا۔ رات کو چند منٹ یا ایک دو گھنٹے بیٹھ کر تبادلہ خیالات کرنا اُس طرح منع نہیں ہے جس طرح میں نے بیان کیا ہے۔ اُس زمانے کی مجالس گناہ بن جایا کرتی تھیں۔ مگر سڑکوں پر آپ کو یہ حق نہیں ہے، مسجد کے صحن میں آپ کو حق نہیں ہے۔ یہ حق تو کسی طرح نہیں ہے کہ آپ کے گھر کا شور آپ کے ہمسائے کی نیند خراب کرے کجا یہ کہ مسجد سے شور اس طرح بلند ہو کہ ہمسائے توبہ توبہ کرنے لگیں اور وہ ہمیں طعنے بھیجیں کہ آپ کی مسجد کیسی ہے جس کے نتیجے میں ہمارے بچے آرام نہیں کر سکتے، ہمیں سکون میسر نہیں ہوتا، بے وقت کا شور ہے تو اس بات کی احتیاط کریں۔

یہاں سے جب ہم فارغ ہوں گے تو بہت سی نمازیں ہیں جو انشاءاللہ تعالیٰ مسجد لندن میں ادا کی جائیں گی۔ وہاں آپ میں سے جو توفیق پائیں گے آنے کی یاد رکھیں کہ وہاں آپ کو ہرگز اونچی آواز میں گفتگو کی اجازت نہیں ہے، خدا نے اجازت نہیں دی اور اس کے نتیجے میں اگر ہمسائے کو تکلیف پہنچے گی تو آپ اس کے ذمہ دار ہیں اور خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اپنے بچوں کو

سنبھال کر رکھیں۔ بچے بعض دفعہ بے قابو ہو جاتے ہیں بے وجہ شور کرتے ہیں، دوڑتے پھرتے ہیں اور حرکتوں کے ساتھ بھی نظر کو تکلیف دیتے ہیں، شور کے ساتھ کانوں کو تکلیف دیتے ہیں اُن کو سنبھالنا اور نظم وضبط میں رکھنا ہر آنے والے کا فرض ہے۔ پھر آپ لندن کی گلیوں میں پھریں گے، دوکانوں میں جائیں گے، وہاں حسن خلق کا مظاہرہ کریں۔ بعض باتوں میں مشرقی لوگ سخت بدنام ہیں۔ ان باتوں سے اجتناب کریں احمدی کے متعلق میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ چوری کرے گا لیکن آپ کو بعض لوگ اس نظر سے دیکھ رہے ہوں گے کہ گویا آپ چوری کرنا چاہتے ہیں اور اُس کی وجہ سے آپ کی نگرانی بھی ہوگی۔ آپ پوری احتیاط کریں کہ کسی شک کے مقام پر نہ پڑیں، کسی کو وہم بھی نہ آئے کہ آپ کی حرکت مشکوک ہے اُس کے نتیجے میں آپ کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ پھر وہ گفتگو میں حسن سلوک سے کام لیں۔

جہاں تک چوریوں کا تعلق ہے اس ضمن میں مَیں یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ جب ایسے اجتماعات ہوتے ہیں جہاں خدا کے نیک بندے اکٹھے ہوں، وہاں بعض شریر اس نیت سے بھی آ جایا کرتے ہیں کہ بھولے بھالے لوگ ہیں اس لئے موقع سے فائدہ اٹھاؤ اُن کی جیبیں کترو، اُن کے چھوڑے ہوئے سامان چرا لو کیونکہ آنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے پاکیزہ ماحول میں ہم آئے ہیں یہاں چوری کا سوال ہی نہیں لیکن یہ بھی بھولا پن ہے، ان کی سادگی ہے۔ مومن سے مومن محفوظ ہے لیکن شریر سے مومن محفوظ نہیں، اُس کو خود محفوظ ہونا پڑے گا، یہ خیال رکھنا پڑے گا۔ اتنے بڑے ہنگاموں میں ضرور ایک نہ ایک شریر آدمی بھی داخل ہو جایا کرتا ہے۔ ہم نے بارہا یہ دیکھا ہے کہ بعض ایسے لوگ جو نہ صرف یہ کہ جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے، اُن کو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ باہر سے شرارت کی نیت سے آئے تھے یہ بھی کسی نہ کسی طرح ٹکٹ لے کر ہمارے اس نظام میں داخل ہو گئے۔ اگر وقت پر پکڑا نہ جاتا تو بہت بڑا نقصان بھی پہنچا سکتے تھے۔ تو اپنی چیزوں کی حفاظت کریں آپ بھی تو اپنے آپ سے امن میں رہنا چاہئے اس لئے آپ کی فراست کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے مال کی پوری طرح حفاظت کریں خواہ مخواہ کسی دوسرے کو ابتلاء میں نہ ڈالیں، نہ خود ابتلاء میں پڑیں۔ پچھلی دفعہ یہ شکایتیں پیدا ہوئی تھیں کہ کوئی شریر گروہ لڑکوں کا ایسا آ گیا تھا جو عورتوں میں داخل ہو گئے تھے وہاں بھی چوریاں کیں، مردوں میں بھی بعض دفعہ بڑی بڑی رقموں کا نقصان پہنچایا اس کے لئے آپ سب کو نظر

رکھنی چاہئے مومنوں کے متعلق یہ بالکل غلط تصور ہے کہ مومن بدو حال ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ یہ کہتے ہیں کہ مومن بدو ہوتا ہے وہ مومن پتا نہیں کہ کون سا بدو ہوتا ہے۔ جو مومن ہم نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زبان سے سنا ہوا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں مومن کی فراست سے ڈرو وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے (ترمذی کتاب التفسیر حدیث نمبر:۳۰۵۲) وہ بدو نہیں ہوا کرتا وہ دلوں کے حال بھی پڑھ لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ مومن کی فراست بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ ان کی پیشانیوں سے ان کے دلوں کے حال جان لیتا ہے۔ جو واقعہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کا سنایا تھا وہ ایک واقعہ نہیں ایسے بے شمار واقعات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زندگی میں گزرے ہیں کہ چہرہ دیکھتے تھے اور پہچان جاتے تھے۔ بات سنتے تھے اور پہچان لیتے تھے۔ پس جس آقاؐ کے آپ غلام ہیں اُس سے فراست سیکھئے۔ آپ سے تو چوری کی توقع نہیں لیکن چوروں کو آپ سے بہت توقعات ہیں، اُن توقعات کو جھوٹا کر دیں، اُن کو رد کر دیں، نامراد بنا دیں، اپنے مال کی بھی حفاظت کریں، اپنے بھائی کے مال کی بھی حفاظت کریں غرضیکہ جو دن یہاں گزریں گے بہت ہی پاکیزہ ماحول میں گزریں۔

نمازوں کا خیال رکھیں قرآن کریم نے توحید کے عقیدے کے بعد سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا ہے وہ عبادت کا قیام ہے۔ پس آپ پر فرض ہے کہ جتنی دیر یہاں ٹھہریں عبادت کو اوّلیت دیں۔ بعض دفعہ ایسی شکایتیں ملتی ہیں کہ بعض نئے احمدی مثلاً مجھے بتاتے ہیں کہ ہم اُٹھے نماز کے لئے گئے، تہجد پہ گئے تو خیال آیا کہ نوجوان سوئے ہوئے ہیں، نماز پہ آجائیں گے لیکن جب واپس آ کے دیکھا تو نماز کے بعد بھی ویسے ہی سوئے ہوئے تھے۔ یہ جو چند دن ہیں غفلت کی حالت میں بسر نہیں ہونے چاہئیں۔ میں جانتا ہوں کہ مسافرت میں ایسے حالات ہوتے ہیں کہ انسان تھک جایا کرتا ہے، بعض دفعہ نیند غلبہ کر لیتی ہے لیکن یہ تو استثنیٰ ہیں۔ روزمرہ کی باتیں تو نہیں روزمرہ کی زندگی میں آپ کو نماز کا نگران اور محافظ رہنا چاہئے اور اس کردار کا یہاں مظاہرہ ہونا چاہئے، مظاہرے کی خاطر نہیں بلکہ طبعی حالت کے طور پر وہ آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے آپ کی زندگی کا جز بن چکی ہو۔ نمازوں کو اوّلیت دیں جب اذان کی آواز آپ کے کانوں میں پہنچے تو جلد از جلد دوسرے کاموں کو چھوڑ کر خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مسجد کی طرف دوڑیں۔ صبح بھی اٹھیں تو محبت اور پیار کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو اٹھائیں۔ آنحضرت ﷺ کا دستور یہ تھا کہ جب آپؐ کے اہل خانہ میں سے کوئی نیند سے

مغلوب ہوتو نرم ہاتھوں کے ساتھ پانی کے چھینٹے دیا کرتے تھے (ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ: ۱۳۲۵) اس طرح اُس کی آنکھ کھل جائے۔ جو بھی طریقہ ہے اخلاق کا طریقہ ہونا چاہئے، گالی گلوچ کا نہیں، طعن و تشنیع کا نہیں، وہ صاحب جنہوں نے مجھے لکھا تھا ایک موقع پر میں نے اُن کو بھی سمجھایا تھا کہ آپ اب غیر نہیں ہیں، آپ تو احمدی ہو چکے ہیں آپ کو کیسے خیال آیا کہ پاکستان کے احمدی آپ سے زیادہ اسلام پر حق رکھتے ہیں، اسلام تو سب کا ہے اگر آپ نے اپنے کمزور بھائی کو دیکھا تو محبت اور پیار سے اُس کو سمجھانا چاہئے تھا پانی کے چھینٹے دیتے، اس کی منت کرتے، اُسے کہتے کہ میاں تم خوش نصیب ہو کہ اسلام میں پیدا ہوئے تمہیں تو چاہئے تھا کہ تم مجھے اسلام سکھاتے، میں بعد میں آنے والا ہوں اور میں تمہیں سکھا رہا ہوں۔ غرض کہ تمہارے لئے ٹھوکر کا کوئی سوال نہیں تھا اگر تم ٹھوکر کھاتے ہو انسانوں سے تو تم ابھی تک خدا کے نہیں ہوئے، جو خدا کا ہو جائے اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرہ: ۲۵۷)۔ ایسے بِالْعُرْوَةِ پر اُس نے ہاتھ ڈال دیا ہے کہ مضبوط کڑے پر اُس کا ہاتھ پڑ چکا ہے کہ کوئی دنیا کی طاقت اُس ہاتھ کو توڑ نہیں سکتی، کسی انسان کی اخلاقی کمزوری اُس کے دین کو نقصان پہنچا نہیں سکتی۔ پس اپنے دین کو ایسا مضبوط بنائیں کہ کسی شخص کا گندے سے گندا کردار بھی آپ کو متزلزل نہ کر سکے اور اپنے دین کو ایسا بنائیں کہ ڈولتے ہوؤں کو سنبھالیں اور اُن کو سہارا دیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے گرتوں کو تھام لے ساقی

پس آپ بھی گرتوں کو تھامنے والے بنیں دنیا کو گرانے والے نہ بنیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین